

حضرت العلامة حافظ محمد صاحب گوندلوی

دوام حدیث

استحسان

امام ابو حنیفہ ○ ولی اللہ ○ علامہ اقبال

پہلے ہم بیان کر چکے ہیں کہ آج کل بعض منکرین حدیث ابوبکر صدیق اور حضرت عمر کو بھی بعض موضوع اور ضعیف روایات کی بنا پر منکرین حدیث میں شمار کرتے ہیں۔ اور صحیح صحیح روایات میں جو حدیث کا شائع اور نقل کرنا اور ان کا لکھنا اور لکھنا ان سے مروی ہے اس کو ترک کر دیتے ہیں۔ یہاں تک کہ بعض مجتہدین کو بھی منکرین حدیث میں لانے سے نہیں شرماتے۔ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے جو بعض ضعیف روایات اور بعض ان روایات کے متعلق (جن کا مفہوم ان کے خیال میں اور تھا) جو الفاظ وارد ہوئے ہیں۔ ان کو انکار حدیث پر محمول کرتے ہیں۔ اور بعض باتیں جو ان کی طرف غلط طور پر منسوب تھیں۔ ان سے اس پر استدلال کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ دوسری طرف حدیث کی تائید اور کثابت اور صحت کے متعلق ان سے متواتر باتیں آئی ہیں۔ ان کو نظر انداز کرتے ہیں۔

یہ سب باتیں فریب اور دجل ہیں اور بعض باتیں بے سمجھی کی علامت ہیں۔ (جہاں ہم ایک اور بات جو امام ابو حنیفہ کے متعلق ڈاکٹر اقبال صاحب کی زبانی نقل کی گئی ہے) اور ڈاکٹر صاحب نے شاہ ولی اللہ صاحب سے اس کا استشاد کیا ہے، نقل کر کے اس پر کچھ لکھتے ہیں۔

”تین بڑے منکرین حدیث امام ابو حنیفہ شاہ ولی اللہ اور

علامہ اقبال :-

علامہ اقبال نے خطبات (تشکیل جدید) میں اپنے چھٹے خطبہ کا عنوان رکھا ہے۔ "اسلامی نظام میں اصول حرکت"۔ اس میں انہوں نے بتایا ہے کہ اسلام ایک تحریک ہے اور تحریک کے لیے ضروری ہے کہ وہ کسی خاص زمان یا مکان کے ساتھ مخصوص اور اس کی چار دیواری میں محدود ہو کر نہ رہ جائے۔ اس باب میں انہوں نے کہا ہے کہ اسلامی مملکت کے لیے غیر تبدیل سرچشمہ قدر آنی قوانین ہیں اور احادیث سے یہ مفہوم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے زمانے کے لیے ان اصولوں کی تفصیل کس طرح مرتب فرمائی۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں :-

احادیث کی دو قسمیں ہیں۔ ایک وہ جن کی حیثیت قانونی ہے اور دوسری وہ

جو قانونی حیثیت نہیں رکھتیں۔ اول الذکر کے بارے میں ایک بڑا اہم سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ وہ کس حد تک ان رسوم و رواج پر مشتمل ہیں جو اسلام سے پہلے عرب میں رائج تھے اور جن میں سے بعض کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے علیٰ حالہ رکھا اور بعض میں ترمیم فرمادی۔ آج کل یہ مشکل ہے کہ ان چیزوں کو پورے طور پر معلوم کیا جاسکے۔ کیونکہ ہمارے متقدمین نے اپنی تصانیف میں زمانہ قبل از اسلام کے رسوم و رواج کا زیادہ ذکر نہیں کیا۔ نہ ہی یہ معلوم کرنا ممکن ہے کہ جن رسوم و رواج کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے علیٰ حالہ رکھا (خواہ ان کے لیے واضح طور پر حکم دیا ہو یا ویسے ہی ان کا استصواب فرمایا ہو) انہیں ہمیشہ کے لیے نافذ العمل رکھنا مقصود تھا۔ اس موضوع پر شاہ ولی اللہ نے بڑی عمدہ بحث کی ہے۔ جس کا خلاصہ میں میاں بیان کرتا ہوں۔ شاہ صاحب نے کہا ہے کہ پنجم انداز طریق تعلیم یہ ہوتا ہے کہ رسول احکام میں ان لوگوں کے عادات، اطوار اور رسوم و رواج کو خاص طور پر ملحوظ رکھتے ہیں جو اس کے اولین مخاطب ہوتے ہیں۔ پیغمبر کی تعلیم کا مقصد یہی ہوتا ہے کہ وہ عالمگیر اصول عطا کر دے۔ لیکن نہ تو مختلف قوموں کے لیے مختلف اصول دیے جاتے ہیں اور نہ ہی انہیں بغیر کسی اصول کے چھوڑا جاسکتا ہے کہ وہ اپنے مسلک زندگی کے لیے جس قسم کے اصول چاہیں وضع کر لیں۔ لہذا پیغمبر

کا طریقہ یہ ہوتا ہے کہ وہ ایک خاص قوم کو تیار کرتا ہے اور انہیں ایک عالمگیر شریعت کے لیے بطور خیر استعمال کرتا ہے۔ اس مقصد کے لیے وہ ان اصولوں پر زور دیتا ہے جو تمام نوبح انسانی کی معاشرتی زندگی کو اپنے سامنے رکھتے ہیں لیکن انہی اصولوں کا نفاذ اس قوم کے عادات و خصائل کی روشنی میں کرتا ہے جو اس وقت اس کے سامنے ہوتی ہے۔ اس طریق کار کی رو سے رسول کے احکام اس قوم کے لیے خاص ہوتے ہیں۔ اور چونکہ ان کی ادائیگی بجائے خویش مقصد بالذات نہیں ہوتی۔ انہیں آنے والی نسلوں پر من و عن نافر نہیں کیا جاسکتا۔ غالباً یہی وجہ تھی کہ امام ابو حنیفہ نے (جو اسلام کی عالمگیریت کی خاص بصیرت رکھتے تھے) اپنی فقہ کی تدوین میں حدیثوں سے کام نہیں لیا۔ انہوں نے فقہ کی تدوین میں استحسان کا اصول وضع کیا ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ قانون وضع کرتے وقت اپنے رہنے کے تقاضوں کو سامنے رکھنا چاہیے۔ اس سے یہ واضح ہو جاتا ہے کہ انہوں نے اپنی فقہ کا مدار احادیث پر کیوں نہیں رکھا۔

ان حالات کی روشنی میں میں بھی یہ سمجھتا ہوں کہ ان احادیث کے متعلق جن کی حیثیت قانونی ہے، امام ابو حنیفہ کا یہ طرز عمل بالکل مقبول وچڑھنا سب تھا اور اگر آج کوئی وسیع النظر مقنن یہ کہتا ہے کہ احادیث ہمارے لیے من و عن شریعت کے احکام نہیں بن سکتیں تو اس کا یہ طرز عمل امام ابو حنیفہ کے ہم آہنگ ہوگا۔ جن کا شمار فقہ اسلامی کے بلند ترین مقنین میں ہوتا ہے۔

(خطبات انبال ص ۱۶۳، ۱۶۴)

”طووع اسلام اسی مسلک کی دعوت دینے کے جرم میں منکر حدیث مرتدا اور ملحد قرار دیا جا رہا ہے۔ اب آپ خود ہی دیکھ لیجئے کہ اس معاملہ میں کتنے کتنے بڑے منکرین حدیث اس کے ساتھ شامل ہیں“

(مقام حدیث ص ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲)

- ۱۔ حدیثیں دو قسم کی ہیں۔ قانونی اور غیر قانونی (غیر قانونی پر بحث نہیں کی) قانونی کے متعلق احتمال ہے کہ ان میں بعض ایسی ہوں جو زمانہ جاہلیت کے رسوم و رواج پر مشتمل ہوں۔
- ۲۔ ہم یہ امتیاز نہیں کر سکتے کہ ان میں سے کون سا حصہ رسمی ہے اور کون سا حصہ بعد کا ہے یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مقرر کردہ۔
- ۳۔ پھر وہ احادیث جن میں پرانے رسوم و رواج کو سجاہل رکھا گیا ہے، یہ معلوم نہیں کہ انہیں ہمیشہ کے لیے نافذ العمل رکھنا مقصود تھا۔
- ۴۔ شاہ ولی اللہ نے یہ ذکر کیا ہے کہ بعض حدیثیں اس قسم کی بھی ہوتی ہیں جن کا تعلق اس قوم سے ہوتا ہے جن کو پیغمبر بطور خمیر کے استعمال کرتا ہے۔ انہیں آنے والی نسلوں میں من و عن نافذ نہیں کیا جاسکتا۔
- ۵۔ امام ابو حنیفہؒ نے اپنی فقہ میں حدیثوں سے کام نہیں لیا۔
- ۶۔ بلکہ استحسان سے کام لیا ہے۔
- ۷۔ استحسان کی حقیقت یہ ہے کہ قانون وضع کرنے وقت زمانے کے تقاضوں کو سامنے رکھا جائے۔
- ۸۔ طلوع اسلام والے نے یہ سمجھا ہے کہ ڈاکٹر اقبال انکار حدیث میں ہمارے ہم خیال ہیں۔

(۱) امرا دل: حدیثوں میں بعض احکام وہ بھی ہیں جو پہلے مردج تھے۔ یہ بات صحیح ہے مگر اس سے کوئی خرابی لازم نہیں آتی۔ کیونکہ قرآن بھی ایسے امور پر مشتمل ہے جو پہلے مردج تھے جیسے حج کرنا، ہدی کا بھیجنا، احرام باندھنا، عرفات میں جانا، احرام میں شکار نہ کرنا، حرم کا احترام کرنا، بہت سے ناطے جن کا نکاح قرآن میں حرام ٹھہرایا گیا ہے بمقتول کی دیت ادا کرنا، طلاق دینا۔ ائمہ حرم کا احترام کرنا، بیت اللہ کا طواف کرنا۔ جس طرح جاہلیت کی باتیں قرآن میں ہیں اسی طرح حدیث میں بھی ہیں۔ جاہلیت والے بھی اپنی جگہ ایک مذہب رکھتے تھے جس کو حنیفی دین کہتے تھے۔ اس میں بھی احکام تھے جن میں سے بعض کو فہم نہ تھا۔

(۲) شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے جو بعض احکام کی فہرست گنوائی ہے۔ ہم ان کو دیکھ کر کم از کم یہ معلوم کر سکتے ہیں کہ وہ احکام زندگی کے تمام شعبوں سے تعلق رکھتے ہیں۔ وہ قرآن میں بھی ہیں اور حدیث میں بھی۔ بعض اصول ہیں اور بعض فروع۔ بعض قانونی باتیں ہیں، بعض غیر قانونی۔ کیونکہ کوئی اجتماع بھی قانونی امور سے نکالی نہیں ہوتا۔ پس لازمی طور پر جاہلیت کا زمانہ بھی قانونی باتیں رکھتا تھا۔ وہ قتل اور چوری کے اسناد کے لیے کچھ قانون رکھتے تھے۔ دیت اور قصاص کا دستور ان کے ہاں جاری تھا۔ شاہ عبدالعزیز صاحب نے تفسیر عزیزی میں ملت ابراہیمی کے بہت سے احکام جو پہلے جاہلیت میں باقی تھے اور تو اتر سے چلے آ رہے تھے، شمار کیے ہیں۔ اگر طوالت کا ڈر نہ ہوتا تو یہاں لکھے جاتے۔

(۳) جو قانون آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دفعہ جاری کیا اور اس کے متعلق وقتی ہونے کا حکم نہ لگایا اور نہ اس کی کوئی ایسی علت بیان کی ہو جو وقتی ہو یا پداہت عقل سے پتہ چلتا ہو کہ اس کی یہ علت ہے اور یہ وقتی ہے۔ پس وہ حکم دائمی ہوگا۔ نہ وقتی۔

(۴) شاہ ولی اللہ کی عبارت کا مطلب اگر یہی ہے جو سمجھا ہے تو یہ اس صورت میں ہے۔ جب اس کے وقتی ہونے کے متعلق تصریح یا کوئی ملامت ہو۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ بعض احکام وقتی ہوتے ہیں مگر ان کے وقتی ہونے کی شریعت میں تصریح ہوتی ہے یا اس پر کوئی علامت قائم کر دی جاتی ہے۔

مگر صحیح یہ ہے کہ شاہ ولی اللہ کی عبارت کا مطلب غلط سمجھا گیا ہے۔ ان کی عبارت کا مطلب یہ ہے کہ پیغمبر جس قوم میں آتا ہے۔ اس قوم کی عادات کا لحاظ اصول کے نفاذ میں ہونا ہے۔ مگر وہ شریعت (باوجود اس کے کہ اس میں خاص قوم کی عادات کا لحاظ ہوتا ہے) عام ہوتی ہے۔ صرف اسی قوم کے لیے نہیں ہوتی جن کی عادات کا لحاظ رکھا جاتا ہے۔ اور اس میں قرآن و حدیث کے احکام مساوی درجہ رکھتے ہیں۔

(۵) استحسان جن کا مدار مجرد عقل پر ہو یہ کسی امام کے نزدیک حجت نہیں۔ بلکہ شاہ ولی اللہ صاحب نے اس کو ان امور میں شمار کیا ہے جن سے دین میں تحریف ہوتی ہے۔

و منها الاستحسان و حقیقتہ ان یرمی ہ جل الشارح یضرب لكل
حکمة مظنة مناسبة و یرأه یعقد التشريع فيحتلس بعض ما ذکر
من اسرار التشريع فیشرع للناس حسبما عقل من المصلحة
كما ان اليهود و النصارى ان الشارح انما من بالحدود منجر عن المعامی
للأصلاح و ما ان الرجم یورث اختلافًا و تقالوًا بحيث یكون
فی ذلك أشد الفساد و استحسنوا تحميم الوجه و الجبل فبین
النبي صلى الله علیه وسلم انه تحریف و نبذ لحکم الله المنصوص
فی التوراة بما ائتمهم (حجة الله البالغة - ج ۱ ص ۹۶)

جو اسباب دین میں تحریف اور تبدیلی کا موجب ہوتے ہیں ان میں سے ایک
استحسان ہے، جس کی حقیقت یہ ہے کہ شارح نے جن حکمتوں کی بنا پر احکام مقرر
کیے ہیں۔ اور ان حکمتوں کے تحقق کے لیے مناسب امور مقرر کیے ہیں۔ (مثلاً نماز
میں رخصت کی حکمت مشقت کا وجود ہے اور سفر میں مشقت پائی جاتی ہے پس
شارح نے رخصت کو سفر کے ساتھ جوڑ دیا ہے۔) ان پر احکام مقرر کیے ہیں۔
بعض آدمیوں کو جب یہ احساس ہوتا ہے تو وہ اپنی طرف سے اسرار شریعت کو
لے کر احکام کا مقرر کرنا شروع کر دیتے ہیں۔
اس کے بعد لکھتے ہیں:-

”یہ اس وقت ممنوع ہے جب کتاب اثر اور سنت سے استنباط کی
شکل میں نہ ہو ورنہ جائز ہے اور حنفیہ کے ہاں بھی اولہ شرعیہ صرف چار ہیں،
کتاب و سنت و اجماع اور قیاس۔ مذکورہ بالا استحسان کے وہ قائل نہیں۔ ہاں
اتنی بات ضرور ہے کہ فقہ حنفیہ میں استحسان کا لفظ بہت وارد ہے۔ اسی بنا پر
بعض لوگوں نے امام ابو حنیفہ پر اعتراض بھی کیا ہے۔“
مگر حنفیہ نے اصول فقہ میں اس کا جواب دیا ہے کہ:-

”استحسان اس دلیل کو کہتے ہیں جو ایک واضح قیاس کے خلاف ہو۔ اس

کی چار صورتیں ذکر کی ہیں۔

۱۔ کبھی وہ دلیل جو قیاس جلی کے خلاف ہو حدیث ہوتی ہے جیسے بیع سلم۔ اس کا جواز حدیث سے ثابت ہے مگر قیاس چاہتا ہے کہ یہ بیع منع ہو کیونکہ یہ معدوم کی بیع ہے مگر حدیث نے یہ صورت بیع معدوم کی صورتوں سے مستثنیٰ کی ہے۔

۲۔ کبھی وہ دلیل اجماع ہوتی ہے جیسے کاریگر دوں سے ایک نونے کے مطابق بعض مصنوعات کو بننے سے پہلے خریدنا۔ اس کو استصناع کہتے ہیں۔ اگر اس میں معدوم کی بیع ہے مگر اس پر امت کا اجماع ہے۔

۳۔ تیسری دلیل ضرورت ہے یعنی لاپچار ہونا۔ جیسے برتن اگر پلید ہو جائیں تو قیاس چاہتا ہے کہ پاک نہ ہوں کیونکہ وہ سچوڑے نہیں جاتے۔ نجاست مسامات میں گھس کر اندر رہ جاتی ہے۔ مگر لاپچاری کی بنا پر صرف دھولے سے ہی ان کو پاک ہونے کا حکم لگا دیتے ہیں۔

۴۔ چوتھی دلیل قیاس خفی ہے۔ یعنی ظاہری قیاس تو چاہتا ہے کہ پلید ہو جائے مگر نظر غائر سے پتہ چلتا ہے کہ پاک ہے جیسے وہ پانی جس میں درندے، پرندے (جیسے باز، شکرہ وغیرہ) منہ ڈال دیں۔ ظاہری قیاس کا تقاضا تو یہ ہے کہ پانی نجس ہو جائے کیونکہ ان کا گوشت نجس ہے۔ مگر جب حوزہ کیا تو معلوم ہوا کہ اگرچہ گوشت نجس ہے مگر جانور پانی تو چونچ سے پیتے ہیں جو ہڈی کی ہوتی ہے، اور ہڈی نجس نہیں ہوتی۔“ (نور اللوار سے مترجم ص ۲۴۳، ۲۴۴)

پس ثابت ہوا کہ ”استحسان“ جو حدیث سے الگ ہو کر کیا جائے وہ کسی کے نزدیک بھی حجت نہیں بلکہ یہ دین کے محرف ہونے کا سبب ہے۔ امام ابو حنیفہ ایسے استحسان کے قائل نہیں اور نہ ہی شاہ ولی اللہ کی عبارت میں ایسے استحسان کے جواز کا اشارہ ملتا ہے بلکہ وہاں تو صریح ممانعت موجود ہے۔

(۴) پھر ڈاکٹر اقبال کے متعلق یہ خیال کرنا کہ وہ احکام حدیث میں ہمارے ہم خیال ہیں۔ یہ بھی صحیح نہیں ہے۔ کیونکہ وہ تو صرف ان حدیثوں کے متعلق کہتے ہیں جن کی حقیقت ظاہر نہ

ہو اور جن میں یہ سمجھا جائے کہ ان میں عام تشریح نہیں بلکہ اس قوم کے حالات کا لحاظ ہے جس کو آپ نے بطور غیر استعمال کیا۔ پھر ان کے اس قول (کہ امام ابو حنیفہؒ نے فقہ کی تدوین میں حدیثوں سے کام نہیں لیا) میں اگر حدیثوں سے مراد وہ حدیثیں ہیں جن کے متعلق صراحت یا علامت سے یہ ثابت ہو جائے کہ خاص عربوں کے لیے ہیں، تو ان کی بات معقول ہے۔ اگر عام مراد لیا جائے تو غلط ہے۔

اسی طرح امام ابو حنیفہؒ کے متعلق یہ خیال رکھنا کہ انہوں نے فقہ کی تدوین میں مطلقاً حدیثوں سے بے اعتنائی برتی ہے۔ واقعات کے بالکل خلاف ہے۔ ویسے دنیوی امور میں استحسان ایک کارآمد اور قابل استعمال چیز ہے۔ مگر دین بنانے میں اس کو کوئی دخل نہیں ہے، کیونکہ دین کامل ہو چکا ہے اور احکام غیر منصوصہ میں صرف قیاس صحیح سے ہی کام لیا جائے گا۔

فادیانیت

انگریزی زبان میں فادیانیت کے موضوع پر اس سے بہتر کوئی کتاب نہیں علامہ احسان الہی ظہیر نے اپنے قیام مرینہ طیبہ کے دوران عربی میں لکھا اور اب انگریزی ترجمے کے ساتھ۔ اعلیٰ ترین طباعت کاغذ اور جلد کے ساتھ قیمت :- ۲۸/۷۵ روپے

تبلیغ کی خاطر سکول لے والوں کے لیے خصوصی رعایت

ادارہ ترجمان السنۃ ۷۰ ایبک روڈ انارکلی لاہور